© rasailojaraid.com

قصص القرآن

مسلم اوّل

از جناب چودھری غلام احمد صاحب پرویز ۔ ہوم ڈیپارٹمنٹ (شملہ)

دنیا کے بڑے بڑے مذاہب میں سے جسے دیکھئے کوئی تو اپنے بانی کے نام سے منسوب ہے جیسے بدھمت عیسائیت وغیرہ اور کوئی اس قوم کے نام سے معروف جس قوم کی طرف وہ داعی مذہب مبعوث ہوئے۔ مثلاً ہندومت یہودیت وغیرہ لیکن اس کلیہ میں اگر کہیں استثنا نظر آئے گا۔ تو دنیا کے سب سے بڑے مذہب اسلام میں جو نہ تو اپنے داعی (صلعم) کے نام سے منسوب ہے اور نہ اس قوم کے نام سے موسوم جس میں اس داعی الی الحق کی بعثت ہوئی یہی وجہ تھی کہ جب یورپ اسلام کے نام سے شناسا ہوا تو وہ اس حقیقت کو باور ہی نہیں کر سکا۔ کہ مذہب بانی مذہب کی نام کے بغیر بھی تخیال سے باہر آسکتا ہے۔ اور دنیا میں اس کا چلن اس طریق سے بھی ممکن ہے۔ لہذا دنیا کی اس سنت قدیمہ اور کچھ اپنی ذہنی افتاد کی بنا پر اس نے اسلام کا نام محمدیت اور اس کے متبعین کا نام محمدی رکھ دیا۔ یورپ تو خیر ناواقف تھا۔ لیکن حیرت کا مقام ہے کہ ہمارے بعض مسلمان روشن خیال حضرات نے بھی بہ اتباع یورپ اسلام اور مسلم کو یورپ کے وضع کردہ نام سے پکارنا شروع کر دیا اور آج بلا تکلف محمدیت (Mohammadanism.) اور محمدی (Mohammadans.) کے الفاظ سننے میں آرہے ہیں۔ حالانکہ داعی اسلام (صلعم) کی بے غرض دعوت الی اللہ کے ثبوت میں منجملہ دیگر دلائل و براہین کے ایک یہ بھی تحیر انگیز دلیل ہے کہ ان کی اس عظیم الشان دعوت میں نام کی شہرت تک کے جذبے کو بھی دخل نہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اب قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ نام بھی داعی اسلامؑ کے وضع فرمودہ نہیں تو بالآخر اتنے بڑے جلیل المرتبت مذہب کا نام اسلام کس نے رکھا۔ اور اس کے پیروؤں کو مسلم کے لقب سے کس نے یاد فرمایا۔ اور عام دنیائے مذہب کے قاعدے خلاف ایسا کیوں کیا گیا۔ قرآن کریم نے اس سوال کا جواب بڑی شرح وبسط سے دیا ہے، اور مختلف گوشوں اور متنوع عنوانوں سے اس پر روشنی ڈالی ہے۔ قرآن نے اس حقیقت کو بے نقاب کر دیا ہے کہ اسلام کسی انسان کا وضع کردہ مذہب نہیں ہے۔ ایک صداقت ہے اور دنیا میں اس وقت سے موجود ہے جس وقت سے کہا جا سکتا ہے کہ دنیا میں صداقت ہے مختلف زمانوں میں مختلف اقوام و ملل عالم میں اس صداقت مبین کے داعی حسب ضرورت منجانب اللہ مبعوث ہوتے رہے لیکن ان کی بنائی ہوئی عمارتیں یکے بعد دیگرے انسانی سرکشی و تمرد کے سیلاب میں بہتی چلی گئیں۔ ان حقیقتوں پر انسانی تعریفات نے پردے ڈالدئے اور اس طرح سے اس صداقت کا حسن اصلی دنیا کی نگاہوں سے مستور رہوتا چلا گیا حتیٰ کہ جب اس رب العالمین کو منظور ہوا تو اسی شراب وحدت کو قرآنی آبگینوں میں بھر کر انھیں سر بمہر کر دیا کہ اثرات زمانے کے تغیرات سے محفوظ و مصئون رہے۔ اور خود اس کے تحفظ و بقار کا ذمہ لے لیا۔ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ قرآن نے دنیا میں آکر اگرچہ کوئی نئی عمارت نہیں قائم کی لیکن الٰہی آثار قدیمہ کے کھنڈرات میں سے حشو و زوائد کو پاک کر کے اسی ازلی عمارت کو اس درجہ محکم و استوار کر دیا کہ حوادث ارضی کے متموج تھپیڑے آکر ٹکرائیں اور اپنا سر پھوڑ کر واپس چلے جائیں۔ اس نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ میں کتب سابقہ و صحف گذشتہ کی تکذیب کے لئے نہیں بلکہ اس کی اصل تعلیم کی تصدیق کے لئے آیا ہوں جو اس وقت تلاش سے بھی دنیا کو کہیں نہیں مل سکتی تھی اس نے تمام ادیان سابقہ اور امم گذشتہ پر احسان عظیم کیا کہ ان کی کھوئی ہوئی دولت گرانمایہ کو، جس کے متعلق انھیں علم تک بھی نہ تھا کہ کہاں کہاں سے اڑی اور کہاں کہاں بکھیری، ایک محفوظ خزانہ میں بند کر کے ان کے حوالے کر دیا۔ اور اس آوازِ صداقت، اس دعوت حقانیت کا نام بھی کوئی

© rasailojaraid.com

نیا نہ رکھا کہ لوگوں کو مغالطہ نہ لگ جائے۔ بلکہ نام بھی وہی رہنے دیا جو ان ادیان حقہ کے مورث اعلیٰ نے تجویز فرمایا تھا۔ اسلام جیسا کہ عرض کیا گیا ہے۔ ایک صداقت ازلی ہے لیکن سب سے پہلے اس صداقت مین کو ایک شریعت الٰہیہ کی شکل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پیش کیا تھا۔ اور اس پر ایمان لانے والوں کا نام مسلم بھی انہیں کا تجویز کردہ ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ دین کوئی شخصی دین نہیں بَلْ مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ۔ ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ یعنے دعوت توحید کے اولین واعظ جناب ابراہیمؑ کی ملت ہے جنھوں نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔ نام ہی نہیں بلکہ اس دین مبین کی حقیقت بھی یہی بیان فرمائی کہ۔

قُلْ اِنَّنِیْ ھَدَانِیْ رَبِّیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ دِیْنًا قِیَمًا۔ مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ (۶ : ۲۰)

(اے رسول عربی) کہدیجئے کہ میرے رب نے ایک صراط مستقیم کی طرف میری رہنمائی کی ہے۔ یہی دین قیم ہے ابراہیم حنیف کی ملت۔ اور ابراہیم مشرکین میں نہ تھے

گویا اسماً و معنًا یہ دین قیم حضرت ابراہیم کی ملت ہے جو اسلام کے واعظ اول اور موحدین کے مورث اعلیٰ ہیں

لمہ مشہور مشنری ڈاکٹر ٹسڈل نے اپنی کتاب ینابیع الاسلام میں قرآن کریم پر ایک بہت بڑا الزام یہ بھی عاید کیا ہے کہ اس کی تعلیم واحدانیت کا ماخذ تعلیم ابراہیم ہے اور بعض مناسک و عبادات میں بھی قرآنی تعلیم الٰہی کی تبع ہے۔ اور اس سے نتیجہ یہ مستنبط کرتا ہے کہ تعلیم قرآنی کا سرچشمہ ہدایت علم آلہی و وحی ربانی نہیں بلکہ یہ محض شرائع سابقہ کی زلہ چینی ہے۔ یہ کتاب اور اس کے یہ گراں بہا حقائق و معارف مترجم کتاب سر ولیم میور کے نزدیک اس قدر متہم بالشان میں کہ انہوں نے بڑے زور کے ساتھ لکھا ہے کہ اس کتاب کا ترجمہ تمام السنہ شرقیہ میں ہو جانا چاہئے۔ تاکہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں۔ ماخذ اسلام کو بے نقاب دیکھ لیں گویا سر ولیم میور کے نزدیک ڈاکٹر صاحب کی ریسریچ (تحقیق) اس قدر بلند پایہ ہے کہ اس حقیقت کی پردہ کشائی کے بعد تمام قرآنی دعاوی کی عمارت ڈھیر ہو کر رہ جائے گی۔ مصنف و مترجم کتاب اور ان کے دعاوی کے متعلق تو کچھ کہنا ہی بیکار ہے کیونکہ انکا تو یہ مشن ہی ٹھیرا کہ عوام کی ناواقفیت سے فائدہ اٹھائیں۔

© rasailojaraid.com

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کونسی خصوصیات کے حامل تھے کہ انہیں قرآن کریم نے پرستش و عبادت خدائے واحد کے اولین داعی کی حیثیت سے پیش کیا ہے ان کے تجویز فرمودہ نام سے اس دین حقہ کو یاد کیا ہے۔ جو نظم و نسق عالم میں قانون فطرت کی طرح جاری ہے۔ اور اس نام سے اس امت کو موسوم کیا ہے جس کے متعلق خود اس کا ارشاد ہے کہ

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے ظاہر کیا گیا ہے۔

جن کے فرائض میں یہ چیز داخل کر دی ہے کہ۔

تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ تنهون عن الْمُنْكَرِ تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔

اور جنہیں اُمت وسطاً قرار دیکر تمام انسانوں پر گواہ فرمایا ہے۔

قرآن حکیم میں ایک بڑا حصہ انبیاء سابقین کے قصص و اعمال اور امم گذشتہ کے سوانح و احوال کا ہے لیکن یہ قصے اور کہانیاں ایک افسانہ گو کی طرح بیان نہیں کی گئی ہیں کہ دفع الوقتی کے کام آئیں۔ کفار نے قرآن پر جب یہ اعتراض کیا کہ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (کہ یہ تو بس اگلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں) تو قرآن نے فوراً جواب دیا کہ یہ قصے محض افسانے نہیں بلکہ بصائر و حکم (هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ) اور عبر و موعظت (هذه تذکرة) کا مرقع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں۔ عہد عتیق کے قصص و حکایات

لیکن ہم اپنے ان نادان مسلمان روشن خیال حضرات سے جو مستشرقین یورپ کے ہر ایک قول کو وحی منزل سے بھی زیادہ واجب التسلیم سمجھتے ہیں اتنا ضرور عرض کریں گے کہ وہ "علماء یورپ" کی اس درجہ قرآن فہمی کی ذرا داد دیں کہ جس چیز کو قرآن نے اپنی دعوت کا بنیادی اصول قرار دیا ہے وہ اسی چیز کو بڑے دور دراز گوشوں سے جا کر تلاش کر کے لاتے ہیں۔ اور اسے اس قدر بڑے الزام کی صورت میں پیش کرتے ہیں کہ گویا مسلمانوں سے اس کا جواب نہیں بن آئیگا اور ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ یہ "تحقیق" ہر ایک مسلمان کے کان تک ضرور پہنچا دی جائے۔

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے — پرویز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی طرح ۔ کوئی قصہ شروع سے اخیر تک بطور کہانی کے بیان نہیں ہوا ۔ بلکہ اس کا عام انداز بیان یہ ہے کہ وہ پہلے ایک خاص تعلیم پیش کرتا ہے اور پھر اس تعلیم کی صداقت کے ثبوت میں امم سابقہ اور انبیاء گذشتہ کے حالات و واقعات سے ایک خطابی استدلال کرتا ہے تاکہ تعلیم اور اس کے نتائج بیک وقت سامنے آجائیں ۔ چنانچہ ان قصص و حالات کے مختلف ٹکڑے حسب موقع مختلف مقامات پر نظر آئیں گے انہی واقعات حضرت ابراہیم کے کوائف حیات منتشر موتیوں کی طرح جابجا بکھرے پڑے ہیں لیکن اس افراط سے کہ انہیں اگر ایک سلسلہ میں دیکھا جائے تو حضور علیہ السلام کی حیات مقدسہ کے مختلف پہلوؤں پر کافی روشنی پڑ جاتی ہے ۔ اور یہ اس لئے کہ تمام قرآن میں اگر مسلمانوں کے لئے کسی زندگی کے از سرتا پا اعمال بطور نمونے کے پیش کئے گئے ہیں اور ان کے اتباع کی دعوت دی گئی ہے تو وہ صرف دو نمونے ہیں، خود شریعت اسلامیہ کے داعی کریم صلعم کی نسبت فرمایا

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ بیشک تمہارے رسول اللہ صلعم کی زندگی (مبارک) پیروی اور اتباع کے لئے ایک بہترین نمونہ ہے ۔ (احزاب)

اور پھر ملت حنیفی کے داعی اول کی نسبت ارشاد ہوا ۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ (ممتحنہ) بیشک تمارے لئے بہترین نمونہ (حضرت) ابراہیمؑ اور ان کے ساتھیوں کے اعمال حیات میں ہے ۔

یہ بات یقیناً غور طلب ہے کہ تمام قرآن میں بیسیوں انبیاء سابقین کے کوائف حیات بیان کئے گئے ہیں لیکن اتباع کے لئے کسی کی تمام زندگی کو بطور نمونے کے پیش نہیں کیا گیا الا حضرت ابراہیم اور ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہ بتائی ہے کہ ۔

إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (۲ : ۱۶) جب حضرت ابراہیم سے ان کے رب نے کہا کہ مسلم (فرمانبردار) بن جاؤ تو انہوں نے کہا کہ میں تمام جہانوں کے پروردگار کا فرمانبردار بن گیا ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کے پہلے داعی (ع) کی زندگی تمام تر پیکر اسلام تھی اور ان کا ہر عمل حیات اپنے اندر حقیقت اسلام کا ایک عملی نمونہ رکھتا تھا۔ اس لئے اسلام کے صحیح معنے بھی اسوۂ ابراہیمی ہی میں ملینگے

اسلام کا مادہ لفظ 'سلم' ہے۔ جو مختلف اشکال میں آکر مختلف معانی پیدا کرتا ہے۔ لیکن لغت میں سلم کے معنی اطاعت۔ گردن جھکانے ۔ اور کسی چیز کے سونپ دینے کے ہیں۔ اور قرآن کریم میں ان معانی کے شواہد بکثرت ہیں۔ لہذا سب سے نمایاں یہی حقیقت اسلام ہوگی۔ جو حضرت ابراہیم کی زندگی پر طاری ہوگی لیکن اس آخری نتیجہ پر پہنچنے کے لئے حضور صلعم کی حیات مقدسہ کا شروع سے مطالعہ کرنا ضروری ہے تاکہ وہ مُسلم اول جن منازل کو طے کرکے اس مقام تسلیم و رضا تک پہنچا وہ تمام سامنے آجائیں اور استنباط نتائج میں کوئی دقت پیش نہ آئے ۔

آج سے قریباً پانچ ہزار تین سو برس پیشتر، سرزمین عراق میں ایک جابر و متمرد قوم حکمران تھی۔ جو اس زمانے کے تمدن و معاشرت کی مالک تھی۔ مادی ترقی کے نشے نے انھیں خدا سے بھلا رکھا تھا۔ اور بندگان خدا کے ساتھ ظلم و استبداد کے تمام سلوک روا رکھے جاتے تھے۔ بادشاہ وقت بطور دیوتاؤں کے پوجا جاتا تھا اجرام سماوی مثل چاند۔ سورج اور تاروں کی پرستش ہوتی تھی۔ اور یہی نہیں بلکہ مٹی اور پتھر کی مورتیوں کے سامنے وہ سر جھک رہے تھے جو تاج خلافت و نیابت الٰہی سے مزین ہونے کے لئے بنے تھے۔ جب قدرت کاملہ کو یہ تاریکی و ظلمت مٹانی منظور ہوئی تو اسی قوم کے اندر اسی مرکز جہالت و ظلمت سے ایک ایسے عظیم الشان خدا شناس کو اٹھایا جو دنیا کے لئے پیام توحید کا مرکز بھی اور محیط بھی ہوا۔ جس کے نور مبین کی ضیا پاشیوں نے ظلمت و ضلالت کے پردوں کو چاک چاک کر دیا اور جس نے ستارہ پرست قوم کو آسمانوں اور زمینوں کے خدا سے روشناس کرا دیا۔ یہ بزرگ و برتر ہستی حضرت ابراہیم کے نام نامی سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انہوں نے جب آنکھ کھولی تو اپنے گردوپیش بت پرستی کے مناظر دیکھے۔ خود اپنے گھر کے اندر بتوں کے قالب موجود پائے۔ جب وہ کالڈیا کے بازاروں میں جاتے تو لوگوں کو بتوں کے سامنے سربسجود دیکھتے جب خدا کی کھلی فضا میں نکلتے تو وہی سر اجرام سماوی کے سامنے جھکے ہوئے ملتے۔ انہوں نے اس ماحول میں پرورش پائی لیکن عامۃ الناس اور ایک نبی میں یہی فرق ہے۔ انسان۔ بقول ایک مشہور انگریز مصنف کے۔ گردوپیش کے واقعات کا مرقع ہوتا ہے۔ وہ وہی کچھ کرنے لگ جاتا ہے جو کچھ دیکھتا ہے لیکن نبی اپنے ماحول کے اثرات سے یکسر غیر متاثر رہتا ہے اور اس وقت جبکہ اس کے سامنے کوئی مثال موجود نہیں ہوتی وہ بغیر کسی انسانی ذرائع کے ایک ان سنے نغمے کی لے سے مست ہوتا ہے جو اندر ہی اندر اسے ایک ان دیکھے خدائے قدوس کی طرف کھینچے رہتی ہے۔ اور وہ تمام گردوپیش کی ان چیزوں سے منہ موڑ کر جو آنکھوں سے دیکھی اور کانوں سے سنی جاتی ہیں۔ اس ایک معبود حقیقی کی طرف رجوع کر لیتا ہے جسے اس وقت اس کے سوا اور کوئی آنکھ دیکھنے والی نہیں ہوتی یہی وہ ملکہ نبوت ہے۔ جو جملہ ملکات اکتسابیہ سے بالکل جداگانہ ہے اور یہ اس وقت وہبی طور پر عطا ہوتا ہے جبکہ "اہل اکتساب" کے ہاں اس کے تصور کا بھی کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ (۲۱: ۵)۔ ابراہیم کو ہم نے ابتدائے عمر سے ہی فہم سلیم عطا فرما دی تھی اور ہم اس سے اچھی طرح واقف تھے۔

ہر چند کواکب پرست قوم کا مجمع گردوپیش تھا لیکن تاروں کی نظر فریبی۔ چاند کا حسن و جمال اور سورج کی عظمت و شوکت ان کے قلب سلیم کو مرعوب نہ کر سکی اور اسی وہبی رشد و ہدایت کی آواز نے برملا کہہ دیا کہ اِنِّیْ لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ (میں غروب ہو جانے والی ہستیوں کو دوست نہیں رکھتا۔ یعنی وہ اجرام فلکی جو اپنے وجود و عدم۔ طلوع و غروب اور ضیاء و ظلمت پر خود قادر نہیں بلکہ کسی اور نظام کے ماتحت سرگرداں پھر رہے ہیں۔ وہ خدا نہیں ہو سکتے۔ ان باطل ہستیوں کی بجائے اس ہستی مطلق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی طرف رجوع کیوں نہ کیا جائے جس کی مشیت اور ارادے کے ماتحت یہ تمام سلسلہ کائنات اپنے وظائف حیات میں مصروف اطاعت ہے۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (۶: ۱۹)

میں ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف اس ذات کی طرف پھر گیا ہوں۔ جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

وَكَذٰلِكَ نُرِي إِبْرٰهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ (۶: ۹)

اس طرح ہم نے ابراہیم کو زمین و آسمان کا انتظام دکھا دیا تاکہ وہ (انہیں ہماری قدرت کی نشانیاں سمجھ کر) کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔

ایمان و ایقان کے ان مراحل کے بعد دعوت الی الحق اور امر بالمعروف کا فریضہ عائد ہوا۔ اور حکم ہوا کہ اس کی ابتدا اپنے ہی گھر سے کی جائے چنانچہ سب سے پہلے اپنے باپ کو (اب ا بت پرستی کے خلاف وعظ فرمایا۔ سورۂ مریم میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا کہ باوا جان! آپ ان پتھر کے ٹکڑوں کی کیا پرستش کرتے ہیں۔ جو نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں۔ اور نہ آپ کو کچھ نفع پہنچانے پر قادر ہیں۔ اے میرے باپ! مجھے بصائر و حکم کا وہ علم دیا گیا ہے کہ آپ کو اس کا کچھ علم نہیں۔ اگر منزل مقصود پر پہنچنا منظور ہے تو میرے نقش قدم پر چلئے۔ اے باپ۔ شیطان کی پرستش نہ کیجئے کہ شیطان تو درگاہ ایزدی کا دھتکارا ہوا سرکش ہے۔ اے باپ۔ مجھے خوف ہے کہ آپ لوگوں کی اس سرکشی اور اعراض عن الحق کی وجہ سے آپ پر خدا کا عذاب نہ آجائے۔ اس لئے اس خدا کی طرف رجوع کیجئے"۔

لیکن حق و صداقت کی آواز سے ہمیشہ منہ موڑا گیا ہے۔ ان کے باپ نے ان کی ایک نہ سنی بلکہ الٹا ان کو دھمکایا کہ اگر وہ ان کے معبودان باطل کے خلاف کچھ کہیں گے تو سخت سزا دیجائے گی۔

یہ واعظ حقانیت معلم صداقت اپنی آواز ان تک پہنچا کر اپنے فرض سے سبکدوش ہو گئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ماننا نہ ماننا ان کا کام تھا۔ اب اس کے بعد دعوت عام کا وقت آگیا۔ اور صعوبات و تکالیف کی پرخار وادی شروع ہوگئی۔ جس میں سے ہر داعی الی اللہ کو گذرنا پڑتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں شجاعت قلب جرأت لسان اور قوت بازو کی آزمایش ہوتی ہے۔ پہلی منزل میں اگر اعزا و احبا کی مودت و محبت کے خلاف جہاد ہوتا ہے تو اس دوسری منزل میں جملہ ماسوی اللہ سے قطع علائق اور جان و مال کی قربانی کا سوال درپیش ہوتا ہے۔ اسے اس راہ میں نہایت سنگلاخ منازل سے گذرنا ہوگا۔ مشکل سے مشکل امتحان دینے ہوں گے۔ اور قدم قدم پر ہمت و حوصلہ کی آزمایش ہوگی۔ یہ وہی راہ ہے کہ جس میں۔

صد منزل است و منزل اول قیامت است

ایسی سرکش و متمرد قوم کے معبودوں کے خلاف لب کشائی کرنا کچھ آسان کام نہ تھا لیکن جو پہلے ہی سر بکف میدان میں آئے اسے خوف کس بات کا۔ کہا اور برملا کہا، کہا اور علانیہ کہا چنانچہ سورہ انبیا میں نہایت دلکش پیرایہ میں اس واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ جو ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ۔ جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ یہ کیا پتھر کی مورتیں ہیں، جن کی پرستش پر تم جمے بیٹھے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہم اپنے بڑوں کو ان کی پرستش کرتے دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ (اس کے سوا تو ہم کچھ جانتے نہیں) آپ نے کہا یقیناً تم اور تمہارے بڑے بوڑھے کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے رہے یہ سن کر انھوں نے کہا کہ یہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا سچ مچ کہتے ہو یا یوں ہی دل لگی کر رہے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ بھلا اس میں دل لگی کی کونسی بات ہے۔ یہ تو امر حقیقت ہے کہ تمہارا پروردگار صرف وہی ذات ہے جس نے پستیوں اور بلندیوں سب کو پیدا کیا۔ اور میں حق و یقین سے اس کی شہادت دیتا ہوں۔ آپ نے یہ بھی فرمادیا کہ میں ضرور تمہارے معبودوں کے ساتھ تمہارے جانے کے بعد ایک چال چلوں گا۔ (دیکھوں تو بھلا یہ اپنی حفاظت کس طرح کرسکتے ہیں)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"چنانچہ حضرت ابراہیم ان کے بت خانہ میں گئے اور بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور سب سے بڑے پیر صنمکدہ کو چھوڑ دیا کہ وہ لوگ شاید اس کی طرف رجوع کریں۔ جب ان لوگوں نے واپس آکر یہ ماجرا دیکھا تو لگے آپس میں کہنے کہ ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا۔ جس نے ایسا کیا ہے۔ یقیناً اسنے اپنے آپ پر اسخت ظلم کیا ہے۔ اس پر بعضوں نے کہاکہ وہ جو ایک نوجوان ہے جسے ابراہیم کہتے ہیں۔ وہ ان بتوں کا ذکر کر رہا تھا۔ ہو نہ ہو یہ اُسی کی کارروائی معلوم ہوتی ہے۔ (اس پر وہ سخت برہم ہوئے اور) انہوں نے کہاکہ اس نوجوان کو گرفتار کر لاؤ تاکہ سب کے سامنے امر واقعہ کی تحقیق ہو جائے۔ اور یہ لوگ گواہ رہیں۔ چنانچہ لوگ حضرت ابراہیم کو لیکر آئے اور انہوں نے پوچھا کہ اے ابراہیم ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ گستاخی تم نے کی ہے۔ آپ نے الزاماً فرمایا کہ اس بڑے بزرگ نے یہ کچھ کیا ہوگا۔ بھلا ان سے پوچھو تو سہی اگر یہ جواب دے سکتے ہیں۔ یہ جواب سنکر وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے اور لگے آپس میں کہنے کہ تمھیں برسر ناحق ہو لیکن گمراہی اور ہٹ دھرمی کا زنگ اتنی جلدی اتر نہیں سکتا تھا۔ الٹے حضرت ابراہیم سے کہنے لگے کہ واہ۔ یہ تم نے کیا بات کہی۔ تم تو خود جانتے ہو کہ یہ بات نہیں کر سکتے۔ اس پر آپنے فرمایا کہ یہ کیا اوندھی عقل ہے کہ تم جانتے بوجھتے ہوے اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہو۔ جو خود ہی مجبور محض ہیں۔ چہ جائے کہ تمھیں کچھ نفع نقصان پہونچا سکیں تف ہے تمہاری عقلوں پر اور ان چیزوں پر جنھیں تم معبود بنائے بیٹھے ہو۔ کیا تم اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے۔"

حق و صداقت کی اس باطل شکن آواز کے سامنے جب کچھ بن نہ پڑا۔ تو اپنے ان اوچھے ہتیاروں پر اتر آئے۔ جو ہر اس باطل پرست کا آخری حربہ ہوتا ہے جسے اپنی مادی قوتوں کے استیلا پر ناز ہوتا ہے۔ انہوں نے کہدیا کہ اگر یہ اپنے اس وعظ سے باز نہیں آتا تو "ایسے شخص کو آگ میں ڈال کر جلادو۔ اور اسطرح اپنے معبودوں کا بول بالا ہونے دو"۔

اللہ اللہ وہ بھی کس قدر صبر آزما مرحلہ تھا۔ سامنے آگ کی شعلہ سامانیاں آمادہ استہلاک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دکھائی دے رہی ہیں یقین ہو چکا ہے کہ اگر اپنی بات میں جما رہا تو آگ میں جھونک دیا جاؤں گا لیکن شجاعت قلب ہے کہ تیور پہ بل نہیں پڑنے دیتی۔ صداقت وحق گوئی سے زبان نہیں رکتی۔ صبر و استقلال کے قدم میں ذرا لغزش نہیں آتی۔ اطمینان قلب ہے کہ خوف و ہراس کو پاس نہیں پھٹکنے دیتا اور ایمان وایقان ہے کہ اس غلبہ و استیلاء کو تار عنکبوت سے زیادہ وقعت نہیں دیتا۔ یہ وہ وقت ہے کہ جب دل اور دماغ کی کی باہمی جنگ شروع ہو جایا کرتی ہے۔ اور اس کشمکش میں کہ

کھینچے ہے مجھے کعبہ تو روکے ہے مجھے دیر

بڑے بڑے صاحب ہمت "منطقی توجیہات" کی خود فریبی میں آکر بارگاہ عشق سے ہمیشہ کے لئے راندے جاتے ہیں لیکن اس پیکر عبودیت کشتہ محبت یعنے خلیل اکبر کا مقام اس سے بہت بلند و بالا تھا وہ خراماں خراماں بڑھا۔ آگ کے جوش کو دیکھ کر تبسم ہوا۔ اور۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق — عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

یہ تو ایک آزمایش اور اتباع کے لئے نمونہ پیش کرکے دکھانا تھا۔ ورنہ کس کا جلنا اور کس کا جلانا رحمت الٰہی جوش میں آئی اور سحاب کرم کے ایک چھینٹے نے کلدانیوں کی آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ۔ ٹھنڈی اور سلامتی والی ٹھنڈی تاکہ کہیں برف ہی نہ ہو جائے لیکن ابھی مسلم کا خطاب نہیں عطا ہوا۔ اس کے لئے ابھی اور منازل باقی ہیں۔

استقلال وتحمل کے علاوہ ایک داعی الی الحق کے لئے اس خصوصیت کا ہونا بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنی دعوت کو نہایت مؤثر اور دلنشین پیرایہ میں بیان کرے۔ اس کا انداز تخاطب ایک مناظرانہ بحث وجدل نہیں بلکہ واعظانہ رشد و ہدایت کا پہلو لئے ہوئے ہوتا ہے۔ اس کی بات اگرچہ اپنے سیدھے سادے فطری اصول کے مطابق ہوتی ہے۔ لیکن ایسی تاثیر میں ڈوبی ہوئی کہ تیر نشانے پر جا کر لگے۔ اس لئے کہ اس کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقصد اسکات خصم نہیں بلکہ تسکین قلوب ہوتا ہے وہ محض گرمی محفل کے لئے سخن پروری سے کام نہیں لیتا بلکہ فطری اسلوب بیان سے ایمان وایقان کی بنیادیں مضبوط کرتا چلا جاتا ہے۔ وہ جاہلانہ کج بحثی کرنے والوں سے جدل وخصومت سے پیش نہیں آتا بلکہ ان کی فکری استعداد کے مطابق معارض کے دل کی گمراہی دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کے ساتھ ان کے ہم عصر بادشاہ نے خدا کے بارے میں حجت کی۔ مثال کے طور پر قرآن حکیم نے اس مکالمہ کو سورہ بقر میں بیان فرمایا ہے۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ ۔ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۔ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ ط قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ ط وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۔

کیا تو نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابراہیم سے اس کے پروردگار کے بارے میں حجت کی تھی۔ کیونکہ اللہ نے اسے بادشاہت دی تھی جب ابراہیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے بادشاہ نے کہا کہ میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں (حضرت) ابراہیم نے یہ سنکر فرمایا کہ خدا مشرق سے سورج کو نکالتا ہے۔ تو ذرا مغرب سے تو نکال دے۔ اس پر وہ مبہوت ہو کر رہ گیا۔ اللہ ظلم کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

دیکھ لیجئے وہی مجادلانہ کج بحثی سے اعراض اور مخاصمانہ سوال وجواب سے اجتناب۔ پہلی دلیل ہر چند اوضح اور وزنی تھی لیکن اس نے جب طفلانہ ہٹ دھرمی کا ثبوت پیش کیا۔ تو بجائے اس کے کہ اس کی دلیل کی خامیوں کی قلعی کھول کے رکھ دیتے بحث ونظر سے ہٹ کر اس کی فکری (بلکہ اعتقادی) استعداد کے مطابق طریق دعوت اختیار کر لیا۔ جو سکت نہیں بلکہ مسکن تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جب حقیقت اس طرح بے نقاب ہو کر اس کے سامنے آگئی تو اس میں کج بحثی کرنے کی جرأت ہی نہ رہی۔ [1]

[1] ہمارے اکثر مفسرین نے اس سیدھے سادھے مکالمے کو مصطلحہ مناظرہ کا رنگ دے رکھا ہے۔ اور پھر اس پر منطقی استدلال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہانتک توان تکالیف ومشکلات کا ذکر تھا۔لیکن اسوۂ ابراہیمی والی آیت میں والذین معہٗ
کو بھی ذکر ہے۔ اس کے آگے وہ آزمائشیں آتی ہیں جن میں مال اولاد۔بیوی بھی شامل ہیں۔ مال واولاد
فتنہ اسی لئے کہا گیا ہے کہ آدمی کی اپنی ذات تک جن مصائب کا اثر پڑتا ہو وہ تو برداشت کر لیتا
ہے لیکن مال واولاد کی قربانی بڑا صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے مسلم کا خطاب حاصل کرنے کے لئے ان
تمام منازل سے گذرنا ضروری ہے۔ آپ کی عمر زیادہ ہو چکی تھی اور اس وقت تک اولاد عطا
نہیں ہوئی تھی۔ اولاد کی خواہش ایک فطری اور جائز جذبہ ہے۔خواہ وہ بھی اسی کی خدمت واعلائے
کے لئے ہی مانگی جائے۔چنانچہ آپ کی دعاؤں کو شرف قبولیت عطا ہوا۔ اور ایک حلیم و بردبار
فرزند کی بشارت دی گئی۔ (فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ) ان منتوں اور دعاوں کا بچہ۔ پھر کبر سنی
میں جتنی بھی خوشی ہو کم اور وہ جس قدر بھی پیارا ہو تھوڑا ہے۔ لیکن صحیح آزمائش اور اسوۂ حسنہ کے
مظاہرہ کا وقت بھی اب ہی آیا تھا۔حکم ہوا کہ بیوی اور شیر خوار بچے کو ایک وادی غیر ذی زرع میں
چھوڑ آئیں جس میں زندگی کی سرسبزی و شگفتگی کا کہیں نشان نظر نہ آئے۔ اس بندۂ اطاعت نے بیوی اور
بچے کو ساتھ لیا اور ایک بے برگ وگیاہ لق و دق صحرائے عرب میں جا کر چھوڑ آئے۔ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ
مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ۔ محبوب اور پیارے بچے اور رفیقہ حیات کو بر توکل علی اللہ اس

اور فلسفیانہ بحث وجدل کے عجیب عجیب حاشیے چڑھائے ہیں اور فنی مناظرے کے تمام اصول و اسلوب اس پر منطبق کرنے کی کوشش کی ہے
جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اشکال در اشکال سے معاملہ الجھتا چلا گیا جس کے سلجھانے کے لئے پھر کئی دور از کار تاویلات سے کام لیا گیا۔ اور کثرت
تعبیر سے خواب اور بھی زیادہ پریشان ہوتا گیا۔حالانکہ یہ ایک منطقی مناظرہ نہیں بلکہ رشد و ہدایت کے لئے ایک عام مکالمہ تھا۔ بحر حال
یہ موضوع ایک مستقل بحث چاہتا ہے یہاں اتنا اشارہ ہی کافی ہے۔ اس باب میں مولانا آزاد کے تدبر فی القرآن سے استفادہ
کیا گیا ہے۔ (پرویز)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ دینا ہی کچھ آسان کام نہ تھا۔ لیکن نہیں ابھی اس سلسلہ ابتلاء وامتحان کی آخری کڑی باقی تھی۔ وہ ایسا مقام تھا کہ جہاں فی الواقع ایک عبد مسلم ہی پہنچ سکتا ہے۔

بچہ بڑھا پھلا پھولا۔ برابر کا جوان ہوا۔ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ۔ اس قابل ہو گیا کہ باپ کے ساتھ کاروبار کو باہر جانے لگا۔ تو خواب میں حکم دیا گیا کہ اے ابراہیم اپنے بیٹے کو ہماری راہ میں قربان کر دے۔

اللہ اکبر کہنے کو تو یہ حکم ایک جملہ واحد میں ادا ہو گیا لیکن۔

دل صاحب اولاد سے انصاف طلب ہے

بال بچے والے کلیجہ تھام کر ذرا سوچیں تو سہی کہ اس حکم کی تعمیل میں کتنی قیامتیں پوشیدہ ہیں ایسا اللہ آمین کا بچہ۔ برابر کا جوان بیٹا۔ عصائے پیری۔ تمام زندگی کی امیدوں کا ایک ہی آسرا۔ اور اسے اپنے ہاتھ سے ذبح کر دیا جائے۔ اپنا مایۂ حیات اپنے ہاتھ لٹا دیا جائے۔ لیکن پریم کی ریت نیاری ہے دیار محبت کے قانون اس دنیا سے بالکل جداگانہ ہیں۔ وہاں تو اپنا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ حکم ملا اور لبیک اللھم لبیک کہتے سر جھکا دیا۔ بیوی۔ ہاں اس مومنہ قانتہ بیوی نے بیٹے کو نہلایا دھلایا۔ گویا عید کے لئے بچے کو باپ کے ہمراہ بھیج رہی ہیں۔ راستہ میں باپ نے بیٹے سے پوچھا کہ

انی اری فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا تری اے بیٹا میں نے خواب میں حکم پایا ہے اور دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ کہو تو تمہارا کیا خیال ہے۔

سوال آپ نے سن ہی لیا۔ اب اس بچے کا جواب بھی سن لیجئے۔ ذرا غور سے سنئے۔ کہ ایک مسلم گھرانے کے نونہالوں کی بات چیت ہو رہی ہے عرض کیا۔

یٰاَبَتِ افْعَلْ ما تومر۔ ستجدنی انشاء اللہ من الصٰبرین۔ کہ ابا جان جو آپ کو حکم دیا گیا ہے بلا تامل کر گذریے انشاء اللہ العزیز آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سبحان اللہ۔ سبحان اللہ۔ باپ تو ان ارادوں کا باپ۔ ماں تو اس حوصلہ کی ماں۔ اور بیٹا تو اس حوصلہ کا بیٹا۔ ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔ باپ نے بیٹے کو زمین پر لٹا دیا چھری ہاتھ میں لے لی آسمان ساکت ہو گیا کہ اس کی آنکھوں نے ایسا تماشا کبھی نہ دیکھا تھا۔ زمین تھرا اٹھی کہ خون اسمٰعیل کے ایک مقدس قطرہ کی بھی وہ متحمل نہ ہو سکتی تھی فرشتے محو حیرت تھے کہ اے اللہ۔ خون ریز اور مفسد انسانوں کی بستیوں میں تیرے ایسے ایسے بندے بھی موجود ہیں۔ باپ نے اپنی محبت اور جذبات اور بیٹے نے اپنی جان و نفس کو محبوب حقیقی کے ایک اشارے پر قربان گاہ عشق میں بلا تکلف بھینٹ کے لئے حاضر کر دیا۔ اطاعت و انقیاد، تسلیم و رضا۔ سپرد کر دینے اور سونپ دینے بیچ دینے اور سر جھکا دینے۔ کی یہ آخری منزل تھی۔ یہ وہ مقام تھا کہ جہاں پہنچ کر وہ صحیح معنوں میں مسلم ہوئے۔ چنانچہ عین اس مقام پر ارشاد ہے ؎۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ۔ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا۔ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ۔ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ (۳۷: ۱۰۱)

کہ جب وہ دونوں "مسلم" ہوگئے۔ اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا تو ہم نے آواز دی کہ صد مرحبا اے ابراہیم۔ (تونے تو کمال کر دکھایا) بیشک تو نے اپنے خواب کو سچا کر دیا نیکوکاروں کو ہم اسی طرح اجر دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یہ امتحان بہت بھاری تھا۔ اس کے بدلے میں ہم نے انہیں ایک بڑی قربانی دیتے ہیں۔ جو قیامت تک باقی رہے گی درود و سلام ہو ابراہیم پر۔ ہم اسی طرح اپنے نیک بندوں کو اجر دیتے ہیں۔ بیشک ابراہیم ہمارے مومن بندوں میں سے تھے۔

یہ ہے وہ مقام جہاں پہنچ کر ایک خدا پرست انسان مسلم و مومن کہلا سکتا ہے۔ یوں ہی منہ سے کہہ دینے سے کچھ نہیں بنتا۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے ۔۔۔ لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس جاندادۂ حمیت کی قربانیوں کا تقاضا تھا کہ ایک یادگار عظیم قائم کی جاتی جو قیامت تک باقی رہتی دنیا میں خداپرست انسانوں کی عبادت کا کوئی مرکزی مقام نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بت کدۂ عالم میں ایک "اپنا گھر" بنانا چاہا۔ اور اس کے لئے خشک و غیر ذی زرع وادی کی اسی صحرائی قربانگاہ کو منتخب کیا۔ اور اس یادگار عظیم کی تقریب میں اسی باپ بیٹے کو حکم دیا

ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود۔

کہ میرا گھر طواف کرنے والوں، معتکفوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاکیزہ کرکے (بنائیں)۔

کس قدر عجیب سماں تھا کہ ابراہیم جیسا باپ اور اسمٰعیل جیسا بیٹا (علیہما الصلوٰۃ والسلام)۔ دنیا کے تبکد[illegible] میں وہ پہلا گھر خدا کا + بنا رہے ہوں گے۔ بیٹا پتھر اور چونا لاتا تھا اور باپ دیواریں کھڑی کر رہا تھا۔ کام بھی کرتے جاتے اور ساتھ ساتھ دعائیں بھی مانگتے جاتے۔ کہ

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ۝ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک ۝ وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم ۝ ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم ۝ (   )

الٰہی جو کچھ ہم تیرے لئے کر رہے ہیں اسے) قبول فرما بیشک تو ہی (دعاؤں کا) سننے والا ہے اور (دلوں کے حال) جاننے والا ہے۔ الٰہی ہم کو اپنا مسلم بنا۔ اور پھر ہماری نسل میں سے ایک ایسی قوم پیدا کر جو ہماری ہی طرح مسلم ہو اور تو ہم کو اپنی اطاعت کے راستے دکھا دے۔ ہماری خطاؤں سے درگذر کر کہ تو ہی خطا بخش و رحیم ہے۔ اے خدا اس امت میں سے (جس کے لئے دعا کی گئی ہے) ایک ایسا رسول بھیجیو جو ان کو تیری آیات پڑھ کر سنائے۔ کتاب و حکمت کی انھیں تعلیم دے اور ان کے نفوس کا تزکیہ کرے۔ اے اللہ تو ہی صاحب اختیار اور حکمت والا ہے

دو اولیں مسلم خداپرستوں کی دعا کے یہ الفاظ ادھر زبان سے نکل رہے تھے اور ادھر اجابت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بارگاہ ایزدی سے بہرا ستقبال آرہی تھی۔ وہ تپھر اور چونے کی عمارت جس کا سنگ بنیاد ان مقدس ہاتھوں نے رکھا تھا۔ کروروں انسانوں کی پرستش گاہ بنی۔ اور اللہ کا گھر کہلائی چشم فلک نے ہزاروں عمارتیں اٹھتیں اور پھر خاک میں ملتی دیکھیں۔ لیکن اس وحشت ناک صحرا میں دو غریب انسانوں کی بنائی ہوی عمارت اپنی اصلی بنیادوں کا پتہ آجتک دیتی چلی آرہی ہے۔ دنیا میں ہزاروں انقلاب آئے جنہوں نے زمین کے تختے الٹ رکھدیے لیکن اگر تمام حوادث ارضی و سماوی سے محفوظ رہی تو یہی مٹی اور تپھر کی چار دیواری بڑی بڑی متمدن قوموں کی تاریخی روایات لوگوں نے سنی اور بھلا دیں بڑے بڑے جابر و سرکش شاہنشاہوں کے کارہائے نمایاں صفحۂ تاریخ میں محفوظ ہوے اور حرف غلط کی طرح مٹ گئے لیکن ان دو مخلص برگزیدہ ہستیوں کی قربانی کی یاد پانچ ہزار سال سے آجتک قائم ہے۔ کیونکہ ان کے خدا کا ان سے وعدہ تھا کہ تَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ بیشک اس کی راہ میں کوئی قربانی رائیگاں نہیں جاتی۔ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ۔

یہ تھے اس بزرگ و مقدس ہستی کے بعض اعمال حیات جنھیں امت مسلمہ کے لئے بطور اسوۂ حسنہ پیش کیا گیا ہے۔ اس ایک وجود اقدس کے اندر یقیناً ایک امت کا راز حیات مضمر تھا۔ اور جب تک وہ امت موجود ہے۔ وہ بھی موجود رہے گا۔

إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِّلَّهِ حَنِيفًا وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

بیشک ابراہیم ایک اطاعت گذار امت تھا۔ جو ایک اللہ کا ہو گیا تھا۔ اور وہ مشرکین میں سے نہ تھا۔

© rasailojaraid.com